8-36

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعۃ الدراسات الاسلامیۃ (ٹرسٹ)
JAMIA AL-DIRASAT AL-ISLAMIA (TRUST)
University Road Gulshan Iqbal #7 P.O.Box #: 17750 Karachi Pakistan
Reg #: 1167/91-43/91

Maqbool Tlaq 8,8,15

صفحہ نمبر ا

الرقم:

التاریخ: 7 اگست 2015 جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گزارش ہے کہ مسمی مقبول بن محمد زمان اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میری بیوی گلفرین جس کے دو بچے بھی ہیں، جبکہ ایک بچہ میری پہلی بیوی محرمہ کا ہے جو کہ گلفرین کے پاس ہے، گلفرین نے میرے پہلے بچے کو بہت مارا پیٹا جبکہ میں سعودیہ میں تھا اور خود گھر سے چلی گئی، میری ساس نے میرے گھر آکر میرے چچا اور گھر والوں کو گالیاں دیں، میرے چچازاد بھائی صابر نے مجھے کہا کہ میرے ماں باپ مریض ہیں اور تمہاری بیوی کی وجہ سے انہیں کچھ ہوگیا تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا میرے بھائی نے مجھے سعودیہ بلوانے کے لئے 6 لاکھ روپے ویزے کے لئے خرچ کیئے۔

ابھی میں سعودیہ آیا ہی تھا اور مجھے کسی بات کا علم بھی نہیں تھا کہ صابر نے مجھے کہا ''اپنی بیوی کو طلاق دو میں نے کہا کہ مجھے سوچنے کے لئے دو دن کا ٹائم دو، لیکن وہ نہیں مانا اور کہا کہ آج ہی دو'' مجبور ہو کر میں نے ایک ہی مجلس میں تین بار طلاق کے لفظ بول دیئے۔ چوتھے دن میں نے اپنی بیوی کو فون کیا اور مجبوری بھی بیان کی، نیز صلح کی بھی یقین دہانی کرائی، اور مسلسل رابطہ میں رہے، یہ واقعہ کو تقریبا دو ماہ ہونے والے ہیں۔

میرے بچے بھی ہیں میں اپنے کئے پر بہت شرمندہ و پریشان ہوں اور اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

سائل: مقبول، مکان نمبر ایل 2151 سیکٹر اے 4 نارتھ کراچی ~~03458976122~~

03453272460

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وبعد!

الجواب بعون الوہاب بصورت صحت وحقیقت سوال

سوال نامہ کے مطابق آپ نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہیں۔ چوتھے دن دوبارہ اس سے بات کر کے مجبوری بیان کرنا اور صلح کی کوشش کرنا نیز مسلسل رابطہ میں رہنے سے رجوع ہو چکا ہے، میاں بیوی کی صلح کی بات چیت ہی رجوع ہے لہذا اگر آپ نے اس کے علاوہ اپنی بیوی کو کبھی طلاق نہیں دی تو آپکی طرف سے ایک رجعی طلاق کے بعد رجوع ہو چکا ہے کیونکہ ایک مجلس میں کہی گئی طلاقیں شرعی اعتبار سے ایک ہی شمار ہوتی ہیں۔

قرآن حکیم نے نکاح وطلاق کے احکام انتہائی وضاحت سے پیش کیے ہیں۔ اور اکٹھی تین طلاق کا وجود و جواز قرآن وحدیث میں کہیں بھی نہیں ہے۔

فرمان باری تعالی ہے: ''الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ''۔ (ترجمہ) طلاق (وقفہ وقفہ سے) دوبارہے پھر چاہے تو اسے (بیوی کو) اچھے انداز سے روک لے یا احسن طریقے سے چھوڑ دے۔ سورۃ البقرۃ ۲۲۹

اگلی آیت مبارکہ میں تیسری طلاق کا تذکرہ ہے جس کے بعد (إِمْسَاكٌ) رجوع حرام ہے حتی کہ وہ عورت کسی اور شخص سے دستور کے مطابق

شادی کرے پھر ناچاقی کی صورت میں طلاق ہوجائے یا وہ خاوند فوت ہوجائے تو اس صورت میں پہلے خاوند کیلئے حلال ہوجائے گی۔لیکن مروجہ حلالہ قطعاً جائز نہیں ہے۔بلکہ یہ فعل ملعونہ ہے۔

قرآن کریم میں بیان کردہ پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجوع کا تذکرہ ہے اور اکٹھی تین طلاق کو جاری کردیا جائے تو ”فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ“ پر عمل ناممکن ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّ النَّاسَ قَدْ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ۔ (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دوسال میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں (دوسال گزرنے کے بعد) امیر المومنین نے شوری سے مشورہ کیا کہ جس معاملہ (طلاق) میں لوگوں کیلئے نرمی ورخصت تھی لوگ اس میں جلدی کرنے لگے ہیں، پس اگر ہم ان پر نافذ کردیں؟ تو انہوں نے نافذ کردی، مسلم باب طَلَاقِ الثَّلَاثِ حدیث ۱۴۷۲

عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں طلاق کی شرح میں اضافہ ہوگیا تو انہوں نے بطور تعزیر یہ آرڈیننس جاری کردیا کہ آئندہ ایسی طلاقیں تین ہی شمار ہونگی، اور پھر اس سے بعد میں رجوع کرلیا۔دیکھیئے اغاثة اللهفان، لابن قیم

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں کہہ دیں، پھر اس پر پریشان ہوئے چنانچہ آپ ﷺ نے دریافت کیا تو نے کیسے طلاق دی؟ اس نے کہا: طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا۔ میں نے تین طلاق کہہ دی ہیں۔آپ ﷺ سے پوچھا: فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ؟ (ایک مجلس میں)۔قَالَ نَعَمْ (اس نے کہا جی ہاں)۔آپ ﷺ نے فرمایا: فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ (یہ ایک ہی طلاق ہے)۔فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ قَالَ فَرَجَعَهَا اگر تو چاہے تو رجوع کرلے۔تو اس نے رجوع کرلیا۔دیکھئے۔مسند احمد ج ۱ حدیث ۲۶۵، مسند ابو یعلی حدیث ۲۴۹۵، السنن الکبری للبیهقی ج۷ صفحہ ۳۳۹۔حدیث 15382، المستدرك ج ۲ ص ۴۹۱ حدیث 3817 وقال: هذا حديث صحيح الإسناد

اللہ تعالی ہم سب کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور تمام معاملات میں قرآن وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

جامعۃ الدراسات الإسلامیۃ ٹرسٹ کراچی
رئیس مجلس الإفتاء
Director of the Committee
University of Islamic Studies Trust Karachi

دار الافتاء
جامعۃ الدراسات الاسلامیۃ
گلشن اقبال یونیورسٹی روڈ کراچی

محمد عمران
۸۰۳۶
۱۴ / ۱۱ / ۱۴۳۲ھ
۱۲ / ۱۰ / ۲۰۱۱

— ۱ —

جناب مفتی صاحب

گزارش ہے کہ میں مقبول بن محمد زمان اس بات کا اقرار کرتا ہوں
کہ میری بیوی گلفرین چلی گئی وہ بچے بھی ہیں جبکہ ایک بچہ میری پہلی
بیوی حمیدہ کا ہے جو کہ گلفرین کے پاس ہے گلفرین نے میرے پہلے بچے کو بہت
مارا پیٹا جبکہ میں سعودیہ میں تھا اور خود گھر سے چلی گئی میری ساس نے میرے گھر
آکر میرے چچا اور گھر والوں کو گالیاں دیں میرے چچا زاد بھائی صابر نے مجھے کہا کہ میرے
ماں باپ مریض ہیں اور تمہاری بیوی کی وجہ سے انہیں کچھ ہو گیا تو میں
تمہیں نہیں چھوڑوں گا میرے بھائی نے مجھے سعودیہ بلوا لیا کہ بیٹا کا لڑکا ہوا
کہ بیچ الجھن میں سعودیہ آیا ہی تھا سمجھ کی بات کا علم نہیں تھا کہ صابر نے
مجھے کہا آپ اپنی بیوی کو طلاق دو میں نے کہا کہ مجھے سوچنے کے لیے دو دن
کا ٹائم دو لیکن وہ نہیں مانا اور کہا کہ آج ہی دو مجبور ہو کر میں نے
ایک ہی مجلس میں تین بار تین طلاق کے الفاظ بول دیے چھوٹے
دن میں نے اپنی بیوی کو فون کیا اور مجبوری بتائی بیان کی تمیز
صلح کی بھی یقین دہانی کرائی اور مسلسل رابطہ میں رہا
یہ واقعہ کو تقریباً دو ماہ ہونے والے ہیں
میرے بچے بھی ہیں میں اپنے کیے پر بہت شرمندہ اور پریشان
ہوں اور اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہوں
قرآن و حدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

سائل مقبول [redacted] مکان نمبر 1920 سیکٹر 4-A نارتھ کراچی

03453272460 محمد اسلم

جواب صفحہ کی پشت پر ملاحظہ
فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں تو اس سے بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں اور بیوی شوہر پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو گئی ہے۔ اب شوہر کیلئے رجوع جائز نہیں۔ اس طلاق کی عدت گزرنے کے بعد اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور زن وشوہر کے تعلقات قائم ہونے کے بعد اگر شوہر ثانی اتفاقاً طلاق دیدے یا بقضائے الٰہی اس کا انتقال ہو جائے تو شوہر اول کو شرعاً اجازت ہوگی کہ وہ عدت کے بعد اس عورت سے دوبارہ اس کی رضامندی سے نکاح کرے، اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔

واضح رہے کہ ایک مجلس یا ایک جملے میں تین طلاقیں دینا امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک حرام اور بدعت ہے۔ امام احمد بن حنبل۔ رحمہ اللہ۔ کی بھی ایک روایت یہی ہے۔ اور صحابہ کرام میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ سے بھی یہی منقول ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ فعل حرام تو نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں جمع نہ کی جائیں۔

لیکن اس پر سب حضرات کا اتفاق ہے کہ تین طلاقیں کسی صورت سے بھی دی جائیں تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور حرمت غلیظہ قائم ہو جائے گی۔

اس مسئلہ کو ہم قرآن کریم، حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام، اجماع اور قیاس سے ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ منسلکہ فتوی میں مندرجہ شبہات کا جائزہ لیں گے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلی آیت حسب ذیل ہے:

جاری ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الطلاق مرتٰن فإمساك بمعروف

أو تسريح بإحسان

(البقرة: ۲۲۹)

ترجمہ: وہ طلاق دو مرتبہ کی ہے پھر خواہ رکھ لینا
قاعدہ کے موافق، خواہ چھوڑ دینا خوش
عنوانی کے ساتھ۔ (بیان القرآن)

مفسرین حضرات اس آیت کا شان نزول یہ بیان کرتے ہیں کہ شروع اسلام میں لوگوں کی یہ حالت تھی کہ بے حد و حساب طلاق دیدیتے، کوئی یہ کرتا تھا کہ بیوی کو طلاق دیدی اور جب اسکی عدت ختم ہونے پر آئی تو اس سے رجعت کرلی پھر دوسری طلاق دیدی اور ستانے کے ارادے سے پھر رجعت کرلی، اسپر یہ حکم نازل ہوا۔

چنانچہ تفسیر اللباب میں ہے:

روی عن عروة بن الزبیر قال كان الناس في الابتداء
يطلقون من غير حصر ولا عدد وكان
الرجل يطلق امرأته فإذا قاربت انقضاء عدتها
راجعها ثم طلقها كذلك ثم راجعها يقصد
مضارتها فنزلت هذه الآية "الطلاق مرتٰن".

(ج۴/ ۱۳۰)

(وكذا في روح المعاني ج۱/ ۵۳۰ ط، دار الكتب العلمية)

وايضا في تفسير القاسمي في الجزء الثالث من المجلد الأول / ۲۲۹

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

ترجم البخاري على هذه الآية "باب من اجاز الطلاق
الثلاث بقوله تعالى الطلاق مرتٰن فإمساك

اشارة الی ان هذه التعدید انما هو فسحة لهم فمن ضیق علی نفسه لزمه۔ قال علماءنا: واتفق ائمة الفتوی علی لزوم ایقاع الطلاق الثلاث فی کلمة واحدة وهو قول جمهور السلف......

المشهور عن الحجاج بن ارطاة وجمهور السلف والأئمة أنه لازم واقع ثلاثا ولا فرق بین أن یوقع ثلاثا مجتمعة فی کلمة أو متفرقة فی کلمات.

(الجامع لاحکام القرآن ۳/ ۱۲۹)

اسی طرح احکام القرآن للجصاص میں ہے:

قال ابوبکر: قوله تعالی "الطلاق مرتان فامساك بمعروف أو تسریح باحسان" الآیة یدل علی وقوع الثلاث معا مع کونه منهیا عنها (۱/ ۵۲۷ ط، قدیمی)

حاصل یہ کہ دو طلاق تک رجوع کا حق حاصل ہے اس کے بعد تیسری بھی دیدی تو رجوع کا حق نہیں چاہے متفرق مجالس میں یا ایک مجلس میں چاہے ایک لفظ سے یا الگ الگ لفظ سے، تینوں واقع ہو جائیں گی۔

غیر مقلدین مذکورہ آیت پر یہ اشکال کرتے ہیں کہ: "الطلاق مرتن" میں "مرتن" کا معنی "مرة بعد مرة" ہے یعنی طلاق یکبارگی نہیں دے سکتے بلکہ یکے بعد دیگرے دینی پڑے گی۔ اس صورت میں ایک ساتھ دو یا تین طلاق کے وقوع کا جواز آیت سے نہیں ہوتا اسلئے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی؟

اس اشکال کا پہلا جواب یہ ہے کہ:

مذکورہ آیت میں "مرتن" بمعنی "اثنان" ہے یعنی طلاق رجعی دو ہیں، یہ دو الگ الگ طہر میں دی جائیں یا ایک مجلس میں، الگ الگ لفظوں میں دی جائیں یا ایک ہی لفظ میں۔ آیت کا یہ مطلب شان نزول کے زیادہ موافق ہے اور یہی مطلب عبارت قرآن کے زیادہ لائق ہے۔

چنانچہ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

وهذا یدل علی ان معنی مرتن اثنان

ويؤيد العهد كالفاء في الشق الأول فإن ظاهرها
التعقيب بلامهلة وحكم الشئ يعقبه بلافصل
وهذا هو الذي حمل عليه الشافعية الآية ولعله
اليق بالنظم ..... وأوفق بسبب النزول.
(ج ۱ / ۵۳۰ / ط، دار الكتب العلمية)

اور قرآن وحدیث میں بھی مرتین کا لفظ اثنان کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

ارشاد ربانی ہے:

(۱) ومن يقنت منكن لله ورسوله وتعمل صالحا
نؤتها أجرها مرتين. (الأحزاب:

ترجمہ: اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری
کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اسکو اس کا ثواب
دوہرا دینگے۔ (بیان القرآن: ص ۴۴/۷۹ مدمر مجد)

(۲) اولئك يؤتون أجرهم مرتين بما صبروا.
(القصص:

ترجمہ: ان لوگوں کو ان کی پختگی کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا۔
(بیان القرآن ج ۸ / ۱۱۳)

اور حدیث میں بھی حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان النبي صلى الله عليه وسلم توضأ مرتين مرتين.

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی معنی سمجھے ہیں اور اپنی مشہور کتاب "صحیح البخاری" میں
یکبارگی طلاق ثلاثہ کے وقوع کے جائز ہونے پر مستقل باب قائم کیا ہے اور ترجمۃ الباب
میں اسی آیت کو پیش فرمایا ہے؛ فرماتے ہیں "باب من اجاز طلاق الثلاث
لقول الله تعالى الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان.
بخاری شریف ج ۲ / ص ۷۹۱

تو اب قرآنی حکم کا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن طلاقوں کی ترتیب نہیں، تعداد بیان کر رہا ہے وہ یہ بیان کر رہا ہے کہ کتنی طلاقوں تک مرد کو حق رجوع رہتا ہے اور کتنی طلاقوں کے بعد نہیں رہتا۔ طلاق تو مرد کا حق ہے جسے وہ نکاح کے ذریعے حاصل کرتا ہے اسے وہ الگ الگ استعمال کرے یا دفعۃً استعمال کر ڈالے جب اور جیسے بھی استعمال کرے گا وہ حق ختم ہو جائے گا۔

اسکی مثال ایسی ہے کہ آپ اپنے تین روپوں کو تین مختلف وقتوں میں خرچ کریں یا ایک ہی وقت میں سودا خرید ڈالیں دونوں صورتوں میں یہ روپے آپ کی ملک سے خارج ہو جائینگے

(بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۳۳۴ / ۸۶)

جواب دوم!

دوسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں مرتٰن کا معنی مرۃ بعد مرۃ (متفرق طور پر اس طرح طلاق دینا کہ پہلے ایک طلاق دی جائے پھر دوسری طلاق) لینے کی صورت میں بھی غیر مقلدین کا دعوی ثابت نہیں ہوتا۔ اولاً: اسلئے کہ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص ایک مجلس میں متعدد جملوں میں تین طلاق اس طرح دے انت طالق، انت طالق، انت طالق تو غیر مقلدین کے نزدیک بھی تین ہی واقع ہو جانی چاہیئے کیونکہ یکے بعد دیگرے دی گئیں ہیں حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

ثانیاً: اس معنی کی روشنی میں یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ یکبارگی تین طلاق دینا غیر مستحسن ہے یا حرام اور بدعت ہے لیکن اس آیت سے یہ کہاں ثابت ہو رہا ہے کہ ایسی تین طلاقیں بالکل واقع ہی نہیں ہونگی یا ایک رجعی واقع ہوگی۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ طلاق کا مستحسن اور مشروع طریقہ تو یہ ہے کہ یکبارگی تین طلاق نہ دی جائیں بلکہ:

(ا) طہر میں طلاق دی جائے۔

(ب) ایک طہر میں ایک ہی طلاق دی جائے۔

(ج) اس طہر میں ہمبستری نہ کی گئی ہو، اگر تین طلاق دینا چاہتا ہے تو ہر ہر طہر میں ایک ایک دے۔

چنانچہ احکام القرآن للجصاص میں ہے:

فقال اصحابنا احسن الطلاق ان يطلقها اذا طهرت

جاری ہے

قبل الجماع ثم بینہ کیما حتی تنقضی عدتھا وان اراد ان یطلقھا ثلاثا طلقھا عند کل طھر واحدۃ قبل الجماع۔

(۱۷۰/۱، ۵۱۸، مکتبہ رشیدیہ)

لیکن اگر کوئی اس مستحسن طریقہ کو چھوڑ کر شریعت کی دی ہوئی آسانیوں کو نظر انداز کر کے یکبارگی تین طلاق دیدے گا تو اس کا اثر مرتب اور حکم لاگو ہو جائے گا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی رجعت نہ ہو سکے گی اور بغیر دوسری شادی کے آپس میں نکاح نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ایسے امور ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے اور اسکو "منکر" اور "زور" کہا ہے جیسے ظہار کہ قرآن مجید میں اسکو "منکرا من القول وزورا" کہا گیا ہے یعنی ناجائز اور جھوٹ کہا گیا ہے لیکن اگر کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اس پر حکم شرعی نافذ ہو جائے گا اور کفارہ ادا کرنے تک بیوی حرام ہو جائے گی۔ اسی طرح کسی فعل کا جرم و گناہ ہونا اس کے مؤثر ہونے میں کہیں بھی مانع نہیں ہوتا، قتل ناحق جرم و گناہ ہے مگر جسکو گولی یا تلوار مار کر قتل کیا گیا ہے وہ تو قتل ہو ہی جاتا ہے اسکی موت تو اسکا انتظار نہیں کرتی کہ یہ گولی جائز طریقہ سے ماری گئی ہے یا ناجائز طریقہ سے؟۔ چوری کرنا باتفاق مذاہب جرم و گناہ ہے مگر جو مال اسطرح غائب کر دیا گیا وہ تو ہاتھ سے نکل ہی جاتا ہے۔ یہی حال دیگر معاصی وجرائم کا ہے۔ اس اصول کا مقتضی یہی ہے کہ شریعت کی دی ہوئی آسانیوں کو نظر انداز کرنا اور بلاوجہ اپنے سارے اختیارات طلاق کو ختم کر کے تین طلاق تک پہنچنا اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کا سبب ہے اسی لیے جمہور امت کے نزدیک یہ فعل غیر مستحسن اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود جب کسی نے ایسا اقدام کر لیا تو اس کا وہی اثر ہونا چاہیئے جو جائز طلاق کا ہوتا یعنی تین طلاقیں واقع ہو جائیں اور رجعت ہی کا اختیار نہیں۔ نکاح جدید کا اختیار بھی سلب ہو جائے۔

باقی رہا یہ اشکال کہ اکٹھی تین طلاق کو جاری کر دیا جائے تو امساک بمعروف پر عمل ناممکن ہے؟

جاری ہے

تو اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق تو مستحسن اور مشروع طریقہ کے مطابق دینی چاہیئے اور حکم قرآنی پر عمل کرنا چاہیئے البتہ اگر کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اور شریعت کی دی ہوئی آسانیوں کو نظر انداز کر کے یکبارگی تین طلاق دے دیتا ہے تو امساک بمعروف پر عمل ناممکن تو ہو ہی جائے گا لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ تین طلاقوں کو نافذ ہی نہ کیا جائے۔ ذرا دیکھیے! محمود بن لبید کی روایت میں کہ ایک شخص کے تین طلاقیں بیک وقت دینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی ناراضی کا اظہار فرمایا حتیٰ کہ بعض صحابہ نے اس شخص کو مستوجب قتل سمجھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایلعب بکتاب اللہ وأنا بین أظہرکم" ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "کتاب اللہ" کی تشریح "امساک بمعروف" سے کی ہے یعنی امساک بمعروف پر عمل نہ کرنے اور یکبارگی تین طلاقیں دینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت غصے کا اظہار فرمایا لیکن اس کے باوجود تین طلاقوں کو جاری کر دیا۔

دوسری آیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (البقرہ: ۲۳۰)

ترجمہ: اگر بیوی کو تیسری طلاق دیدی تو جب تک وہ عورت دوسرا نکاح نہ کر لے اسوقت تک وہ پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہو گی۔

اس آیت سے پہلے الطلاق مرتٰن کا ذکر ہے امام شافعی رحمہ اللہ کتاب الام میں لکھتے ہیں کہ قرآن پاک کا یہ ظاہری مضمون اس کی دلیل ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی بھی دی جائیں تو وہ عورت اس خاوند کیلئے حرام ہے اکٹھی سے مراد ہے ایک مجلس میں۔ فإن طلقها میں حرف فاء تعقیب بلا مہلت کیلئے ہے یعنی دو طلاقوں کے بعد فوراً تیسری طلاق بھی دیدے تو وہ عورت اس خاوند کیلئے حرام ہے حتى تنكح زوجا غيره۔ (خزائن السنن ج۲ حصہ سوم ص۲۹)

کتاب الام للشافعیؒ میں ہے:

قال الشافعي رحمه الله فالقرآن والله أعلم يدل على أن من طلق زوجة له دخل بها أو لم يدخل بها ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره۔ (ج ۵ / ۱۶۵)

تیسری آیت :

وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد

ظلم نفسہ الآیۃ   الطلاق : ۱

اور یہ سب خدا کے مقرر کیے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام

خداوندی سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا ۔ (بیان القرآن)

اس آیت کریمہ کا ظاہر یہی بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین طلاقوں کا جو حق مرد کو دیا ہے اگر وہ اسکو ایک ہی دفعہ میں استعمال کرلے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی البتہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے کی بناء پر اپنی ذات پر ظلم کرنے والا ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں طلاق پر ندامت پیدا کردے اور بیک وقت تینوں طلاقیں دیدینے کی صورت میں زوجین کے درمیان جدائی واقع ہونے سے اس ندامت کا تدارک اور ازالہ نہ ہو سکے گا اگر ایک ہی دفعہ کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق رجعی شمار ہوتی ، جیسا کہ بعض اہل ظاہر، علامہ ابن تیمیہ شیخ ابن القیم اور دیگر غیر مقلدین کہتے ہیں تو ندامت کس بات پر ہوئی کیونکہ رجعت کے ذریعے اس کے تدارک اور ازالہ کی گنجائش موجود ہے ۔

قرآن کریم کے بعد احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک کلمہ یا ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں ۔

۱ — چنانچہ بخاری شریف میں ہے :

عن عائشۃ ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا

فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اتحل للأول قال لا، حتی یذوق عسیلتہا

کما ذاق الأول

(ج ۲ / ۷۹۱)

ترجمہ :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی

بیوی کو تین طلاقیں دیدیں پھر اس نے دوسرے شخص سے
نکاح کر لیا اس نے (صحبت کئے بغیر) طلاق دیدی
آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے دریافت کیا گیا کہ پہلے خاوند
کیلئے یہ عورت حلال ہوئی۔؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے
فرمایا جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کرلے... پہلے شوہر
کیلئے حلال نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں "طلق امرأته ثلاثا" کا جملہ اس کا مقتضی ہے کہ تین طلاق اکٹھی اور
دفعۃً دی گئیں۔ چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

مطابقته للترجمة في قوله طلق امرأته ثلاثا
فإنه ظاهر في كونها مجموعة. (ج ٢٠، ٢٣٦، ط رشيديه)

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے:

فالتمسك بظاهر قوله طلقها ثلاثا فإنه ظاهر في كونها
مجموعة. (ج ٩، ٣٦١، باب من اجاز الطلاق الثلاث)

٢۔ حدیث شریف میں ہے:

... ان عائشة اخبرته ان امرأة رفاعة القرظي
جاءت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول
الله ان رفاعة طلقني فبت طلاقي واني نكحت بعده
عبد الرحمن بن الزبير القرظي وانما معه مثل الهدبة
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلك تريدين
ان ترجعي الى رفاعة. لا، حتى يذوق عسيلتك
وتذوقي عسيلته.

(بخاری شریف ج ٢، ٧٩١، باب من اجاز الطلاق الثلاث)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن رفاعہ قرظی کی عورت

جاری ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں رفاعہؓ کے نکاح میں تھی مگر انہوں نے مجھے طلاق دیدی اور قطعی طلاق (تین طلاق) دیں چنانچہ میں نے رفاعہ کے بعد عبدالرحمن بن زبیر سے نکاح کیا لیکن عبدالرحمن کپڑے کے پھندنے کی مانند رکھتے ہیں (یعنی نامرد ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کیا تم پھر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو؟ اس نے عرض کیا کہ "ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسوقت تک رفاعہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ عبدالرحمن تمہارا مزہ نہ چکھ لے اور تم اس کا مزہ نہ چکھ لو (جنسی تعلق قائم نہ ہو جائے)

(مظاہر حق)

حافظ ابن حجر عسقلانی "فبت طلاقی" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویحتمل ان یکون المراد انہ طلقها طلاقا حصل بہ قطع عصمتها وهو من ان یکون طلقها ثلثا مجموعة أو متفرقة ولیؤید الثانی أنہ سیأتی فی کتاب الادب من وجہ آخر انها قالت طلقنی آخر ثلث تطلیقات

یعنی فبت طلاقی کے معنی میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ معنی ہو کہ انہوں نے اس عورت کو ایسی طلاق دی ہے کہ جس کے بعد تعلق بالکل ختم ہو جاتا ہے وہ تین طلاقوں کو ایک ساتھ یا متفرق مجالس میں دینے کی صورت ہے۔ اس احتمال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس خاتون نے کہا میرے شوہر نے مجھے

۳۔ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت عویمر العجلانی کے "واقعہ لعان"
کے بیان کے بعد حدیث کے یہ الفاظ بیان کرتے ہیں:

قال عویمر کذبت علیھا یارسول اللہ!
ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا قبل ان یأمرہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن شھاب: فکانت
تلک سنۃ المتلاعنین۔

(بخاری شریف ج۲/ ۷۹۱، ط، قدیمی)

ترجمہ: عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "اگر میں نے اسکو
اپنے پاس رکھا تو گویا میں نے جھوٹ بولا۔ اسلیے
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے
سے قبل ہی تین طلاقیں دے دیں۔ ابن شہاب
زہری رحمہ فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے میاں بیوی
کے درمیان طریقہ کار یہی ہے۔

مذکورہ واقعہ کے متعلق ابوداؤد میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان طلاقوں کو نافذ فرمادیا: چنانچہ فرماتے ہیں:

... عن سھل بن سعد فی ھذا الخبر قال:
فطلقھا ثلاث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وکان ما صنع عند النبی صلی اللہ علیہ
وسلم سنۃ

(ج ۱/ ۳۲۴، باب فی اللعان، ط رحمانیہ)

۴۔ حدیث شریف میں ہے:

... عن الحسن قال نا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

أنه طلق إمرأته تطليقة وهي حائض ثم اراد

ان يتبعها بتطليقتين اخراوين عند القرئين

فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال:

يا ابن عمر! ماهكذا امرك الله انك قد

أخطأت السنة، والسنة ان تستقبل الطهر

فتطلق لكل قرء قال فامرني رسول الله صلى

الله عليه وسلم فراجعتها ثم قال اذا هي طهرت

فتطلق عند ذلك او أمسك. فقلت: يا رسول

الله! ارأيت لو اني طلقتها ثلاثا أكان يحل لي

أن أراجعها قال: لا. كانت تبين منك وتكون

معصية.

سنن دارقطنی ۴/ ۳۱ — ۷۰/ ۴۳۸

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن کا بیان ہے کہ ہم سے حضرت

عمر نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو حالت

حیض میں ایک طلاق دیدی پھر ارادہ کیا کہ دو طہروں

میں بقیہ دو طلاقیں دیدیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ابن عمر!

اس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم نہیں کیا ہے، تم نے سنت

طریقہ کے خلاف کیا ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار

کیا جائے اور ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے، اس کے بعد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رجوع کا حکم فرمایا چنانچہ میں نے

رجوع کر لیا پھر فرمایا جب وہ پاک ہو جائے تو تم کو اختیار

ہے کہ چاہو تو طلاق دیدینا یا اسکو روک لینا،

۵ — حدیث شریف میں ہے :

عن سويد بن غفلة قال : لما مات علي رضي الله عنه
جاءت عائشة بنت خليفة الخثعمية امرأة الحسن
بن علي رضي الله عنه فقالت له : لتهنك الأمارة ،
فقال لها : تهنيني بموت امير المومنين ،
انطلقي فأنت طالق ثلاثا فتقنعت بثوبها و
قالت : إني لم ارد الا خيرا فبعث اليها بمتعة
عشرة آلاف وبقية صداقها فلما وضع بين
يديها بكت وقالت : متاع قليل من حبيب
مفارق فاخبره الرسول فبكى وقال : لولا أني
أبنت الطلاق لها لراجعتها لكني سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم يقول : أيما رجل طلق امرأته
ثلاثا عند كل طهر تطليقة أو عند رأس كل شهر تطليقة
أو طلقها ثلاثا جميعا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره ۔

(سنن دارقطني ۱۳ / ۸۷ كتاب الطلاق والخلع)

(بيهقي ۷ / ۳۳۶ باب ما جاء في امضاء الطلاق الثلاث)

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک موقع پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما
نے اپنی بیوی عائشہ خثعمیہ کو اس لفظ سے طلاق دی
"انطلقی فأنت طالق ثلاثا" کو چلی جا تجھ کو تین طلاق
ہے ، عائشہ چلی گئیں بعد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو
معلوم ہوا کہ عائشہ کو جدائی کا بہت غم ہے تو روئے اور
فرمایا کہ اگر میں نے بائنہ طلاق نہ دی ہوتی تو رجوع کر لیتا ،
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے (اور ایک دوسری

روایت میں ہے اگر میں نے اپنے والد سے اور انہوں نے میرے
جدامجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا کہ جو شخص اپنی
بیوی کو تین طلاق اسطرح دے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے
یا ہر مہینہ کے شروع میں ایک طلاق دے یا تین طلاق ایک
ساتھ دیدے تو جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ
کرے پہلے کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔

۶۔ حدیث شریف میں ہے:

حدثنا محمد ... عن عامر الشعبی قال قلت
لفاطمة بنت قیس حدثینی عن طلاقک قالت
طلقنی زوجی ثلاثا وهو خارج الی الیمن فأجاز
ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مذکورہ حدیث سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے اور امام ابن ماجہؒ نے خود اس حدیث سے
ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کیا ہے انہوں نے ایک باب کا عنوان یہ
قائم کیا ہے "باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد" اور اس باب میں یہ حدیث ذکر
کی ہے۔ (ابن ماجہ ۱۴۵) اور امام نسائی نے بھی "باب الرخصة فی ذلک (ای الثلاث
المجموعة)" کے عنوان کے تحت حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کو ذکر کیا ہے

نیز امام ابوداؤدؒ نے بھی کتاب الطلاق (ص ۳۳۱/ج ۱) میں اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔

مذکورہ روایت کا ظاہر یہ ہے کہ عامر شعبی کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس
سے کہا کہ اپنی طلاق کا قصہ مجھ سے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا میرے
شوہر یمن گئے ہوئے تھے وہیں سے انہوں نے مجھ کو تین طلاقیں
بھیج دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں طلاقوں کے
واقع ہو جانے کا فتویٰ دیدیا۔

(ابن ماجہ ۱۴۵ - ۱۴۶)

۷۔ حدیث شریف میں ہے:

عن علی قال: سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا طلق البتة فغضب وقال تتخذون آیات اللہ هزوا ولعبا، من طلق البتة الزمناه ثلاثا لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره.

(سنن دارقطنی ۴/ ۲۰/ کتاب الطلاق)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے متعلق سنا کہ انہوں نے طلاق البتہ دی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو کھیل اور مذاق بناتے ہیں جو کوئی طلاق البتہ دے گا ہم اس کے ذمہ تین لازم کر دیں گے۔

۸۔ حدیث شریف میں ہے:

عن ابراهیم بن عبید اللہ بن عبادة بن الصامت عن ابیه عن جده قال طلق جدی امرأة له ألف تطلیقة فانطلق أبی الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فذکر ذلک له فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم بانت بثلاث فی معصیة اللہ تعالی وبقی تسعمائة وسبع وتسعون عدوانا وظلما ان شاء عذبه اللہ وان شاء غفر له.

(مصنف عبد الرزاق ۶/ ۳۹۳/ باب المطلق ثلاثا)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کے دادا نے اپنی زوجہ کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں

حضرت عبادہ رضؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی بیوی تین طلاقوں سے
بائنہ ہو گئی اور اور نو سو ستانوے (۹۹۷) ظلم اور
عدوان ہوئیں، اللہ چاہے تو اس ظلم کی سزا دے
اور اگر چاہے تو معاف کر دے

۹ — حدیث شریف میں ہے:

عن صفوان بن عمر الطائی ان امرأۃ کانت
تبغض زوجھا فوجدتہ نائما فأخذت شفرۃ
وجلست علی صدرہ ثم حرکتہ وقالت لتطلقنی
ثلاثا أو لأذبحنک فناشدھا اللہ فأبت
فطلقھا ثلاثا ثم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فسألہ عن ذلک فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا قیلولۃ فی الطلاق۔

(زجاجۃ المصابیح ج ۲/ ۲۷۶/ باب الخلع والطلاق)

ترجمہ: صفوان بن عمر سے روایت ہے کہ ایک عورت کو خاوند
ناپسند تھا (ایک مرتبہ) اسکو سویا ہوا پاکر اس کے سینہ
پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے سینہ پر رکھ کر کہنے لگی
کہ مجھے تین طلاقیں دے دے ورنہ تجھے ذبح کر دوں گی،
خاوند نے قسم دی کہ میں تجھے بعد میں طلاق دے دوں
گا لیکن اس نے انکار کر دیا (مجبور ہو کر) اس نے عورت
کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسئلہ پوچھا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام

نے فرمایا: طلاق میں چشم پوشی نہیں۔

۱۰۔ حدیث شریف میں ہے:

عن محمود بن لبید قال أخبر رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث
تطلیقات جمیعا فقام غضبانا ثم قال أیلعب
بکتاب الله وأنا بین أظهرکم حتی قام رجل
وقال یا رسول الله ألا اقتله۔

(۲۶۰/۹۹ قدیمی)

ترجمہ: محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے
ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک
شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدی ہیں
آپ علیہ السلام نے غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے
اور فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جائے گا حالانکہ
میں تمہارے سامنے موجود ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا
یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔

حدیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں مجتمعًا واقع ہو جاتی ہیں، اگر واقع نہ ہوتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک نہ ہوتے اور فرما دیتے کہ کوئی حرج نہیں رجوع کر لو۔

۱۱۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

عن أنس قال کان عمر إذا أتی برجل قد طلق إمرأته
ثلاثا فی مجلس أوجعه ضربا وفرق بینهما۔

وفیه أیضا: عن معمر عن الزهری فی رجل طلق امرأته
ثلاثا جمیعا قال إن من فعل فقد عصی ربه وبانت

منه امرأته .

١١ / ٥٦

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اسکو سزا دیتے اور تفریق کرا دیتے ۔

تو قرآنی آیات و تفاسیر و احادیث سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دفعۃً تین طلاقیں دینے سے تین ہی شمار ہوتی ہیں ۔

اجماع امت سے دلائل:

عہد فاروقی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہونگی ۔ اجماع کے ثبوت میں محققین فقہاء و محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں ۔ چنانچہ حافظ الکتاب والسنۃ الشیخ ابوبکر الجصاص رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معا وإن كانت معصية

(احکام القرآن ۱ / ۳۸۸ / سہیل) (۵۲۹ ط قدیمی)

ائمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں کلی طور پر اتفاق ہے اور ائمہ اربعہ کے اجماع میں بڑی قوت ہے ۔ ائمہ اربعہ کے مذاہب درحقیقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مختلف مذاہب کا خلاصہ ہیں ۔ ائمہ اربعہ کے مذاہب سے جب کوئی مسئلہ خارج ہو جاتا ہے تو گویا صحابہ کرام کے مذاہب سے خروج لازم آتا ہے اور صدق و صواب سے وہ رائے خالی ہو جاتی ہے ۔ اسلیے اس مسئلے پر طویل بحث کے بعد علامہ محقق ابن ہمام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

العبرة في نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدين لا العوام والمائة الألف الذين توفي عنهم رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تبلغ عدة المجتهدين

جاری ہے

الفقہاء منهم اکثر من عشرین کالخلفاء و

العبادلة وزید بن ثابت ومعاذ بن جبل و

انس وابی هریرة رضی الله عنهم وقلیل والباقون

یرجعون الیهم ویستفتون منهم وقد اثبتنا

النقل عن اکثرهم صریحا بایقاع الثلاث ولم

یظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال

وعن هذا قلنا لو حکم حاکم بان الثلاث بفم

واحدة لم ینفذ حکمه لانه لایسوغ الاجتهاد

فیه فهو خلاف لا اختلاف (فتح القدیر ج۳/ ۳۳۰ رشیدیہ)

ترجمہ: اجماع کے نقل کرنے میں مجتہدین سے نقل کرنا ہے نہ کہ عوام

سے۔ ایک لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا سے تشریف لے گئے، مجتہدین فقہاء ان میں بیس

سے زیادہ نہیں ہیں جیسے خلفاء راشدین، عبادلہ اربعہ

زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم

اور کچھ تھوڑے سے۔ باقی حضرات ان ہی حضرات سے فتوے

پوچھتے تھے اور ہم نے ان کے اکثر سے صراحتاً نقل کیا ہے کہ اس

قسم کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ ان کے زمانہ میں ان کا

کوئی مخالف بھی ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اب حق کے بعد گمراہی کے

علاوہ اور کیا ہے؟ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی حاکم

یہ فیصلہ کرے کہ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں ایک

ہوتی ہیں تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں اجتہاد

کی گنجائش ہی نہیں لہذا وہ بلا وجہ کی مخالفت ہے اختلاف

نہیں ہے۔

— جاری ہے —

حافظ ابن قیم کے ارشد شاگرد حافظ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

قال ابن رجب: لا نعلم من الأمة أحدا
خالف في هذه المسئلة مخالفة ظاهرة ولا حكما
ولا قضاء ولا علما ولا إفتاء ولم يقع ذلك إلا
من نفر يسير جدا وقد انكره عليهم من عاصرهم
غاية الإنكار وكان اكثرهم يستخفي بذلك
ولا يظهره فكيف يكون اجماع الأمة على اخفاء
دين الله الذي شرعه على لسان رسوله و
اتباع اجتهاد من خالفه برأيه في ذلك هذا
لا يحل اعتقاده البتة.

(الإشفاق ص ۵۳-۵۴)

یعنی امت میں سے ہمیں کوئی ایسا معلوم نہیں ہے جس نے اس مسئلہ میں کھلم کھلا مخالفت کی ہو، یا اس کے خلاف حکم دیا ہو اور نہ کسی قاضی نے فیصلہ کیا ہو، نہ اس کو علم کے طور پر بیان کیا ہو اور نہ اس کے خلاف فتویٰ دیا ہو، ایک بہت تھوڑی جماعت کے سوا۔ لیکن ان کے معاصرین نے ان پر شدید اعتراضات کیے اور اسکو قطعاً تسلیم نہیں کیا اور اکثر لوگ اس کو چھپاتے تھے اور ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اجماع امت اللہ تعالیٰ کے دین کو چھپا کر کس طرح ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان پر شروع کیا اور جو اس دین کی مخالفت اپنی رائے سے کرے تو اس مخالفت کے اجتہاد کی اتباع کی جائے، اس قسم کا اعتقاد قطعاً جائز نہیں۔

فتاوی شامی میں ہے:

وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم
من أئمة المسلمين الى أنه يقع الثلاث ......
.... أما أولاً فاجماعهم ظاهر لأنه لم ينقل عن
أحد منهم أنه خالف عمر حين امضى الثلاث، و
لا يلزم في نقل الحكم الإجماعي عن مأتة الف تسمية
كل في مجلد كبير لحكم واحد على أنه اجماع سكوتي
وأما ثانيا فالعبرة في نقل الاجماع نقل ما عن المجتهدين
والمائة الف لا يبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم
أكثر من عشرين كالخلفاء والعبادلة وزيد بن
ثابت ومعاذ بن جبل وانس والى هريرة و
الباقون يرجعون اليهم ويستفتون منهم وقد ثبت
النقل عن أكثرهم صريحا بايقاع الثلاث الخ (ج ٣ / ٢٣٣ ، سعید)

شرح مسلم للنووی میں ہے:

وقد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته "انت طالق
ثلاثا" فقال الشافعي ومالك وأبوحنيفة واحمد
وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث.
(ج ١ / ٤٧٨ ، ط قدیمی)

ترجمہ: جو شخص اپنی بیوی کو کہے "أنت طالق ثلاثا" اس
کے حکم میں علماء نے اختلاف کیا ہے ۔ امام شافعیؒ،
امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور جمہور علماء
سلفاً وخلفاً فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی
ہیں ۔

علامہ بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں:

ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم
منهم الاوزاعي والنخعي والثوري وابوحنيفة
واصحابه ومالك واصحابه والشافعي واصحابه و
اسحاق وأبوثور وأبوعبيد وآخرون كثيرون
على أن من طلق امرأته ثلثا وقعن ولكنه
يأثم وقالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف
لاهل السنة انما تعلق به اهل البدعة ومن
لايلتفت اليه لشذوذه عن الجماعة.

(عینی ص ۵۳۷ / ج ۹)

یعنی جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد کے علماء و
فقہاء، محدثین امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری، امام ابوحنیفہ
اور ان کے اصحاب، امام مالک اور ان کے اصحاب، امام
شافعی اور ان کے اصحاب، امام اسحق، امام ابوثور،
امام ابوعبید اور دیگر بہت سے حضرات قائل ہیں
کہ جو کوئی اپنی عورت کو تین طلاقیں دے گا وہ
پڑ جائیں گی لیکن طلاق دینے والا گناہگار ہوگا اور
ان حضرات نے کہا ہے کہ جو اسکی مخالفت کرے وہ
اہل سنت کا مخالف ہے اور اہل بدعت میں داخل ہے
اس قول کو اہل بدعت نے اور ایسے لوگوں نے اختیار کیا ہے
جن کا جماعت سے الگ ہونے کی وجہ سے کوئی اعتبار
نہیں ہے۔

قیاس :

قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع صحابہ و تابعین و ائمہ اربعہ کے بعد قیاس سے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کی ضرورت تو باقی نہیں رہ جاتی۔ تاہم شروع میں چونکہ وعدہ کیا تھا اس لیے عرض ہے کہ طلاق کا لفظ منہ سے نکالنا یا تحریر کرنا، حکم طلاق ظاہر ہونے کیلئے سبب یا علت ہے اور ظاہر ہے کہ جب تین بار سبب یا علت کا اظہار کرتا ہے تو اس کا حکم بھی اسی مقدار میں ظاہر ہوگا ورنہ بعض سبب یا علت کا اہمال اور غیر مؤثر ہونا لازم آئے گا اور اہمال کی بنسبت اعمال ضروری ہے اسلئے ایک مجلس یا متفرق مجالس کی تین طلاقیں متعدد کلمات سے ہوں یا ایک کلمہ سے وہ تین ہی شمار ہونگی اور حرمت غلیظہ ثابت ہو جائے گی۔

شبہات کے جوابات :

غیر مقلدین کا مسلک فتوی از روئے قرآن و حدیث اور جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور چاروں ائمہ رحمہم اللہ کے مسلک کے خلاف ہے اور جن احادیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے ان سے تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے کا استدلال تمام فقہاء کے نزدیک باطل ہے چنانچہ پہلی حدیث، ابن عباس رضی اللہ کی مذکور ہے:

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس رضؓ
قال: کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و أبی بکر و سنتین من خلافۃ عمر
طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان
الناس قد استعجلوا فی أمر کانت لھم فیہ أناۃ
فلو امضیناہ علیھم فأمضاہ علیھم

(مسلم ص ۴۷۸ ج ۱ ، طبع قدیمی)

یعنی بروایت ابن طاؤس عن ابیہ، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، اور عمر رضی اللہ عنہما

کی خلافت کے دو سال تک تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس معاملہ میں لوگوں کو صبر و سکون سے کام لینا چاہیئے تھا اس معاملہ میں وہ جلدبازی کر رہے ہیں اگر ہم ان پر تینوں طلاقیں نافذ کر دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ آخرکار آپ نے ان پر نافذ کر ہی دیا۔

جواب: سب سے پہلے تو ہم راوی حدیث کا مسلک معلوم کرتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تقریباً تواتر سے مروی ہے کہ وہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے کو تین طلاقیں سمجھتے تھے۔ موصوف کا یہ مسلک عطاء، عمرو بن دینار، سعید بن جبیر، مجاہد بلکہ طاؤس سے بھی مروی ہے اور کسی صحابی کی روایت اگر ان کے مسلک کے خلاف ہو تو وہ روایت قابل رد ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال إنه طلق إمرأته ثلاثا قال فسكت حتى ظننت أنه رادها اليه ثم قال ينطلق أحدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس، يا ابن عباس وان الله تعالى قال ومن يتق الله يجعل له مخرجا وانك لم تتق الله فلا أجد لك مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك.

(سنن ابی داؤد ۱ / ۳۱۷ / مکتبہ رحمانیہ)

ترجمہ: حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رض کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں (کیا حکم ہے) حضرت ابن عباس رض

خاموش بیٹھے رہے (مجاہد کہتے ہیں) مجھے گمان ہونے لگا کہ
شاید ابن عباس اس کی بیوی کو واپس لوٹانے والے
ہیں پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے بعض
لوگ ایسے ہیں کہ ان پر حماقت سوار ہوتی ہے، پھر مرے
پاس آتا ہے اور کہتا ہے اے ابن عباس، اے ابن
عباس! جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ
سے ڈرتا ہے وہ اس کیلئے راستہ نکالتا ہے اور
تو اللہ سے ڈرا نہیں (اور یک وقت تین طلاقیں دیدی)
اسلیے قرآن کے مطابق تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں
پاتا تو نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور تمہاری
بیوی تم پر حرام ہوگئی ہے۔

امام ابوداؤد اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

روی ھذا الحدیث حمید الاعرج وغیرہ عن مجاھد
عن ابن عباس ورواہ شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن
سعید بن جبیر عن ابن عباس ...... وابن
جریج عن عبد الحمید بن رافع عن عطاء عن ابن عباس
ورواہ الاعمش عن مالک بن الحارث عن ابن عباس
وابن جریج عن عمرو بن دینار عن ابن عباس
کلھم قالوا فی الطلاق الثلاث أنہ اجازھا قال
وبانت منک الخ

(ج ۱ / ۳۱۷ / طرحمانیہ)

یعنی مذکورہ حضرات نے ابن عباس رض سے روایت کی ہے یہ تمام رواۃ متفقہ طور پر
نقل فرمارہے ہیں کہ ابن عباس رض نے تینوں طلاقوں کو نافذ فرمادیا اور فتوی دیا کہ عورت جدا ہوگئی۔

طحاوی شریف میں ہے:

حدثنا ابراهیم بن مرزوق ... عن مالك بن الحارث قال جاء رجل الی ابن عباس فقال ان عمی طلق امرء ته ثلثاً فقال: ان عمك عصی الله فاثمه الله واطاع الشیطان فلم یجعل له مخرجا فقلت کیف تری فی رجل یحلها له فقال: من یخادع الله یخادعه.

(باب الرجل یطلق امرأته ثلاثا ج ۲ / ۳۴)

ترجمہ: مالک بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میرے چچا نے اپنی بیوی کو دفعۃً تین طلاقیں دے بیٹھے ہیں ابن عباس نے فرمایا تیرے چچا نے خدا کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی۔ اور آپ نے اس کیلئے کوئی گنجائش نہیں نکالی۔ مالک بن الحارث فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اس عورت کو اس شوہر کیلئے حلال کرے آپ نے فرمایا جو اللہ سے چالبازی کرے گا اللہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرے گا

موطا امام مالک میں ہے:

عن مالك بلغه ان رجلا قال لابن عباس انی طلقت امرأتی مائة تطلیقة فماذا تری علی فقال له ابن عباس طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آیات الله هزوا

موطا امام مالک . باب ماجاء فی البتۃ ۱۹۹

جاری ہے

ترجمہ: ایک شخص نے ابن عباس رضؓ سے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہیں اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے تو عورت تجھ سے جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا تمسخر کیا۔

موطا امام محمد میں ہے:

اخبرنا مالک عن ...... محمد بن ایاس بن بکیر انہ قال طلق رجل امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بہا ثم بدالہ ان ینکحھا فجاء یستفتی قال فذھب معہ فسأل اباھریرۃ وابن عباس فقالا: لا ینکحھا حتی تنکح زوجا غیرہ فقال انما کان طلاقی ایاھا واحدۃ قال ابن عباس ارسلت من یدک ماکان لک من فضل. ص ۲۰۳

ترجمہ: محمد بن ایاس بن بکیر فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے صحبت سے قبل ہی اپنی منکوحہ کو تین طلاقیں دیدیں پھر اس سے نکاح کرنا چاہا اس لیے فتوی دریافت کرنے کیلئے نکلا، محمد بن ایاس فرماتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہوگیا۔ وہ ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے پاس گیا دونوں نے فرمایا اب تم اس سے نکاح نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ اس شخص نے کہا میری نیت ایک طلاق کی تھی۔ ابن عباس نے فرمایا: تو نے خود ہی (انت طالق ثلاثا کہہ کر) وہ گنجائش ختم کردی جو تجھے حاصل تھی۔

(موطا امام محمد، باب الرجل طلق امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بہا)

دوسرا جواب یہ ہے کہ طاؤس اس روایت کے نقل کرنے میں منفرد ہیں اسلئے ان کے شذوذ پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ابن طاؤس اپنے والد طاؤس تابعیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہیں طاؤس کے بارے میں یہ بتائے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کی روایت کرتے تھے تو اسے جھوٹا سمجھو۔ (الإشفاق ص ۳۰۹)

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ قرآن کریم کو سمجھنے والا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام نے جب اس بات پر اجماع کیا کہ تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں تو حدیث مندرجہ بالا کا اس کے علاوہ اور کیا مطلب نکل سکتا ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس اختلاف میں حکم نہیں بنایا بلکہ اپنی رائے کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر مسلط کیا۔ حاشا هو عن ذلك علوا كبيرا۔

یا یہ کہنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیاسی طور پر یہ فیصلہ کیا تھا غلط اور سراسر غلط ہے، کیا شریعت کے مقابلہ میں سیاست کو ترجیح دی جا سکتی ہے؟ (کما سیجیئ)

ان تمام ملاحظات کے بعد اگر ہم حدیث کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں تو درج ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ حدیث میں یہ جو کہا گیا ہے کہ تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں تو الف لام کو استغراق پر حمل کرتے ہوئے ہر قسم کی طلاق مراد لی جائے اور سمجھا جائے کہ ہر قسم کی طلاق ایک سمجھی جاتی تھی تو یہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ اگر تین طلاقیں تین طہروں (پاکی کے ایام) میں دی جائیں اور وہ ایک سمجھی جائیں تو یہ بات بالاتفاق صحیح نہیں ہے کیونکہ طلاق کے احکام آنے سے پہلے یا آیت "الطلاق مرتٰن" نازل ہونے سے پہلے لوگ بے تحاشا طلاق دے دیا کرتے تھے اور پھر رجوع کر لیا کرتے تھے تو حکم آیا کہ صرف دو طلاقوں کے بعد رجوع کیا جا سکتا ہے۔ تیسری طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں تیسری طلاق کے بعد تو تحلیل شرعی کی ضرورت پڑے گی۔ ظاہر بات یہ ہے کہ آیت کریمہ اترنے کے بعد کس طرح تین طلاقوں کو ایک سمجھا جا سکتا ہے۔ اسلئے تین طلاقوں سے وہ طلاقیں مراد لی جائیں جو تین علیحدہ علیحدہ طہروں میں نہ دی جائیں بلکہ ایک کلمہ سے یا تین کلموں سے دی جائیں۔ پھر اگر یہ صورت ہو کہ عورت غیر مدخول بہا (جس عورت سے ہمبستری نہ ہوئی ہو) اور تین طلاقیں یکے بعد دیگرے دی جائیں

جاری ہے۔

تو اس صورت میں پہلی واقع ہو کر بائنہ ہو جائے گی، دوسری اور تیسری طلاق محل نہ ہونے کی وجہ سے بے اثر ہونگی۔ عورت مدخول بہا (جس سے صحبت ہو چکی ہو) اور طلاق کے لفظ یکے بعد دیگرے بہ نیت تاکید کہے جائیں تو اس شوہر کا قول دیانۃً قبول کیا جا سکتا ہے (دیانت اور قضاء کا فرق، اور عورت کہاں قاضی کے حکم میں ہیں اور کہاں نہیں یہ مسئلہ کتب فقہ کے حوالے سے فقہاء کرام نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور وہی بحث کے حقدار ہیں انہی سے یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاق کی صورت میں جب شوہر دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید مراد لیتا تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب وحی تھے کوئی شخص غلط نہیں کہہ سکتا تھا اگر کوئی شخص آپ کے سامنے غلط کہتا تو فوراً وحی اتر کر حقیقت حال واضح کر دیتی تھی اسلئے کوئی شخص جھوٹ نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ وحی مبین ساتھ ہی ساتھ موجود تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیت تاکید کا اعتبار نہیں کیا بلکہ الفاظ طلاق کا اعتبار کیا، جب لفظ تین بار بولے گئے تو ظاہر ہے کہ تین طلاقیں ہی ہونگی۔

رہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ تو ان کے زمانہ میں بھی وحی منقطع ہو چکی تھی البتہ ان کا زمانہ بہت کم تھا اسلئے ان کے زمانہ میں اس قسم کا کوئی واقعہ پیش ہی نہ آیا ہو، یا اگر پیش آیا ہو تو اس زمانہ کے صلاح و تقویٰ کی وجہ سے شوہر کا قول تاکید کے بارے میں قبول کر لیا گیا تاہم قانون نہیں بنا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور سعادت کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ اس دور میں بہت سے احکام نے قانونی شکل اختیار کی اور امت کیلئے ضوابط و قواعد متعین ہوئے اسی زمانہ خیر میں قضاء کا یہ قانون مرتب ہوا کہ ظاہر کا اعتبار ہوگا اور اسی پر قضاء کے احکام جاری ہونگے۔

صحیح بخاری میں ہے:

قال سمعت عمر بن الخطاب یقول: ان اناسا
کانوا یؤخذون بالوحی فی عہد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وان الوحی قد انقطع وانما
نأخذ کم الان بما ظہر لنا من اعمالکم فمن
اظہر لنا خیرا أمناہ وقربناہ ولیس الینا

جاری ہے

من سريرته شيئ، الله محاسبه في سريرته

ومن اظهر منا سوءً لم نامنه ولم نصدقه

وان قال ان سريرته حسنة

كتاب الشهادات صحيح بخاری ج ۱ / ۳۶۰

یعنی ... میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتے سنا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں پر وحی کے

ذریعہ مؤاخذہ کیا جاتا تھا۔ اب وحی منقطع ہو گئی

اب تمہارا مؤاخذہ تمہارے ظاہری اعمال کے بموجب

ہوگا جس نے ہمارے سامنے خیر ظاہر کی ہم اس کو امن

دینگے اور قریب کریں گے اس کے باطن سے ہمیں سروکار

نہیں جس نے کسی برائی کا اظہار کیا ہم اسکو نہ امن

دینگے اور نہ اسکی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ کہے کہ

اس کا باطن اچھا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا اگرچہ شہادات اور قضاء اور بہت سے دیگر احکام سے تعلق ہے البتہ طلاق وغیرہ بھی اس میں داخل ہے۔ دربار فاروقی سے یہ اعلان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد باسعادت میں بعض حضرات کا مؤاخذہ وحی سے ہوتا تھا اب وحی منقطع ہو چکی ہے اب صرف ظاہر کا اعتبار ہوگا بڑا فیصلہ کن اعلان ہے اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔ قضاء، شہادات اور معاملات ہی اس کے دائرہ اختیار میں داخل نہیں بلکہ طلاق کی مذکورہ بالا صورت بھی اسمیں داخل ہے۔ صدیوں سے اسلامی عدالتوں کے قاضیوں نے اس قانون کو نہ صرف اپنایا بلکہ ان کے عدالتی فیصلوں اور نظائر کا مدار یہی اس قانون پر رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باسعادت کی ایک نظیر مزید ذہن نشین فرمائیے۔

عن عقبة بن الحارث انه تزوج ابنة لأبي اهاب

بن عزیز فأتتہ امرأۃ فقالت إنی قد

أرضعت عقبۃ والتی تزوج بھا فقال لھا

عقبۃ ما أعلم انک ارضعتنی ولا أخبرتنی

فرکب الی رسول اللہ بالمدینۃ فسألہ فقال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف وقد قیل ففارقھا

عقبۃ ونکحت زوجا غیرہ۔

(صحیح بخاری ج ۱/ ۱۹ باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ)

جامع ترمذی میں یہ حدیث قدرے مفصل ہے:

عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ قال حدثنی عبید بن

ابی مریم عن عقبۃ بن الحارث قال وسمعت

من عقبۃ ولکنی لحدیث عبید احفظ قال تزوجت

إمرأۃ فجاءتنا امرأۃ سوداء فقالت انی قد

ارضعتکما وھی کاذبۃ قال فأعرض عنی قال فأتیتہ

من قبل وجھہ فقلت انھا کاذبۃ قال کیف بھا

وقد زعمت انھا قد ارضعتکما دعھا عنک۔

ترمذی ص ۱۵۷

یعنی عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے نکاح

کیا ایک کالے رنگ کی عورت آئی اور اس نے کہا

میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے حالانکہ وہ جھوٹی ہے

راوی (حضرت عقبہ) کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ

سے منہ پھیر لیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف سے

آیا اور میں نے عرض کیا کہ یہ عورت جھوٹی ہے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس طرح؟ جب وہ کہہ رہی ہے

- جاری ہے -

کہ اس نے دودھ پلایا۔ بیوی کو چھوڑ دے۔

یہاں پر حدیث پاک میں یہ لفظ کہ آپ نے منہ پھیر لیا۔ اگر یہاں کوئی ضابطہ ہوتا یا قانون ہوتا تو آپ فوراً حکم فرما دیتے کہ بیوی کو چھوڑ دے۔ آپ نے ایسا نہیں کیا نبی کسی غلط بات پر ایک لمحہ کیلئے بھی برقرار نہیں رہتا۔ پھر آپ پر وحی آئی اور وحی سے آپ نے فرمایا کہ بیوی چھوڑ دے یہی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی "کان الناس یؤخذون بالوحی فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض لوگوں سے وحی کے مطابق مؤاخذہ ہوتا تھا وحی نے یہاں فیصلہ کیا ورنہ قاعدہ کے اعتبار سے یہاں بیوی کو چھوڑنے کا فیصلہ مشکل تھا۔ دودھ پلانے والی خاتون لونڈی تھی اور لونڈی کی شہادت قابل قبول نہیں۔

حدیث ابن عباس میں مذکور طلاق کے متعلق ایک احتمال یہ بھی ہے کہ طلاق کے الفاظ یکے بعد دیگرے نہیں کہے گئے ہوں بلکہ ایک کلمے کے ساتھ کہے گئے ہوں اور پھر اسکو ایک کہا جاتا ہو۔ تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین طلاق کی بجائے حضرات صحابہ کرام صرف ایک طلاق کا لفظ کہا کرتے تھے اور عدت میں رجوع نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ وہ طلاق بائنہ ہو کر باعث تفریق قرار پاتی تھی۔ طلاق چونکہ ابغض المباحات ہے اس لیے مذکورہ طریقے سے کم سے کم لفظ طلاق بولا گیا اور شوہر کا مقصد یعنی تفریق حاصل ہو گیا تو اب مطلب حدیث واضح ہو گیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے زمانہ میں تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا یعنی ایک طلاق سے وہ کام لیا جاتا تھا جو تین طلاق سے لیا جاتا تھا۔

حدیث اور اس کے متون وطرق وعلل کے سب سے بڑے عالم حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث مسلم میں "کانت الثلاث تجعل واحدۃ" میں "جعل" ایسا ہے جیسا کہ قرآن پاک کی آیت "اجعل الالھۃ الٰھا واحدا" میں ہے یہاں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے جھوٹے خداؤں کی بجائے اس نے ایک معبود پکڑ لیا یہ معنی نہیں کہ بہت سے معبودوں کو ملا کر ایک معبود بنا یا۔ اسی طرح حدیث کا مطلب بے غبار ہے کہ تین طلاقوں کی بجائے زمانہ خیر، زمانہ رسالت اور زمانہ صدیقیت میں ایک طلاق سے کام لیا جاتا تھا پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسکی کثرت ہو گئی اور لوگ تین طلاقیں دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کا حکم نافذ فرما دیا اور اس

میں تاکید وغیرہ کی نیت کو ختم کر دیا اور بتلا دیا گیا کہ اب الفاظ طلاق کا اعتبار ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ طلاق کے ظاہر کا اعتبار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر کے ابتدائی زمانہ میں جب "أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق" کہا جاتا تو عموماً لوگوں کی دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی تھی اور اس زمانہ میں لوگوں میں دین اور تقویٰ، خوف خدا اور خوف آخرت غالب تھا، دنیا کی خاطر دروغ بیانی کا خطرہ تک دل میں نہ آتا تھا آخرت میں جوابدہی اور آخرت کے عذاب کا اسقدر استحضار رہتا کہ مجرم بذات خود حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرتا اور اپنے اوپر شرعی حد جاری کرنے کی درخواست کرتا اس بناء پر ان کی بات پر اعتماد کر کے ایک طلاق کا حکم کیا جاتا۔ مگر جیسے جیسے عہد نبوی سے بُعد ہوتا گیا اور بکثرت عجمی لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے ان میں تقویٰ وخوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا اور پہلے جیسی سچائی امانت داری، دیانت داری نہ رہی، دنیا اور عورت کی خاطر دروغ بیانی ہونے لگی جس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے ایک سرکاری خط آیا کہ یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ کہا ہے "حبلك على غاربك" (تیری رسی تیری گردن پر ہے) عمر فاروق رضؓ نے اپنے عامل کو لکھا کہ "ان مرہ ان یوافینی بمکۃ فی الموسم" اس شخص کو کہو کہ حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ مجھ سے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے زمانہ میں کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ اس (عراقی) آدمی نے آپ سے ملاقات کی اور سلام کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں وہی ہوں جس کو آپ نے حج کے زمانے میں طلب کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تجھے رب کعبہ کی قسم سچ بتا "حبلك على غاربك" سے تیری کیا نیت تھی اس نے کہا: امیر المؤمنین! آپ نے اگر اس مبارک جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قسم لی ہوتی تو میں صحیح نہ بتاتا، حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس جملے سے فراق کا یعنی عورت کو اپنے نکاح سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تھا، حضرت عمر نے فرمایا: عورت تیرے ارادے کے مطابق تجھ سے جدا ہوگئی۔

{ موطا امام مالک ص۵۱۱، باب ماجاء فی الخلیۃ والبریۃ الخ
بحوالہ فتاوی رحیمیہ۔ عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں }

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوام کی جب یہ حالت دیکھی نیز آپ کی نظر اس حدیث پر تھی :

اکرموا اصحابی فانهم خیارکم ثم الذین یلونهم

ثم الذین یلونهم ثم یظهر الکذب حتی ان الرجل

یحلف ولا یستحلف ویشهد ولا یستشهد ۔۔۔ الخ

(مشکوٰۃ باب المناقب ۲/۵۵۴)

یعنی عہد نبوت سے جیسے جیسے دوری ہوتی چلی جائے گی دینداری کم ہوتی رہے گی اور کذب ظاہر ہوگا۔ حضرت عمر نے موجودہ اور آئندہ حالات کو پیش نظر رکھکر صحابہ سے مشورہ کیا کہ جب ابھی یہ حالت ہے تو آئندہ کیا حالت ہوگی اور لوگ عورت کو الگ کر دینے کی نیت سے تین طلاق دیں گے اور پھر غلط بیانی کر کے کہیں گے کہ ہم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی آپ نے جھوٹ دروازے کو بند کرنے کیلئے فیصلہ کیا کہ لوگوں نے ایسی چیز میں جلد بازی شروع کر دی جس میں انہیں دیر کرنی چاہئے تھی اب جو شخص تین مرتبہ طلاق دیگا ہم اسے تین ہی قرار دیں گے صحابہ کرام نے اس فیصلے سے اتفاق کیا اور کسی ایک نے بھی حضرت عمر کی مخالفت نہ کی۔

چنانچہ طحاوی شریف میں ہے :

فخاطب عمر بذلك الناس جمیعا وفیهم اصحاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنهم الذین

قد علموا ما تقدم من ذلك فی زمن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکرہ علیہ منهم ولم یدفعه

دافع (۲/۳۴)

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں :

ولم ینقل عن احد منهم أنه خالف عمر حین امضی

الثلاث وهی یکفی فی الاجماع ۔

(بحوالہ حاشیہ ابی داؤد ص۱۷ ۱ء رحمانیہ)

یعنی کسی ایک صحابی سے یہ بھی منقول نہیں ہے کہ جب حضرت عمر رضی نے صحابہ کی موجودگی

میں تین طلاق کا فیصلہ کیا ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عمرؓ کے خلاف کیا ہو اور اسقدر بات اجماع کیلئے کافی ہے۔

امام نووی رحمہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فاختلف العلماء في جوابه وتأويله فالاصح ان معناه

أنه كان في اول الأمر اذا قال لها أنت طالق،

أنت طالق، أنت طالق ولم ينو تأكيدا ولا استينافا

يحكم بوقوع طلقة لقلة ارادتهم الاستيناف بذلك

فحمل على الغالب الذي هو ارادة التاكيد فلما كان

في زمن عمر وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة

وغلب منهم ارادة الاستيناف بها حملت الاطلاق

على الثلاث عملا بالغالب السابق الى الفهم

(نووی شرح مسلم ۱/۴۷۸ ط قدیمی)

مذکورہ تفصیل اور جوابات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو مطلب غیر مقلدین بیان کرتے ہیں وہ صحیح نہیں اس لیے کہ راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس نے خود تین طلاقوں کے نفاذ کا فتوی دیا ہے جیسا کہ پیچھے مذکور ہو چکا ہے۔

علامہ ابن قیم نے بھی باوجود اس تشدد و تصلب کے جوان کو اس مسئلہ میں تھا حضرت ابن عباس کے اس فتوی کا "ایک مجلس میں تین طلاقیں تین ہیں اور اس کے بعد رجعت جائز نہیں"، انکار نہیں کیا بلکہ اس فتوی کے ثابت ہونے کا صاف اقرار کیا ہے۔

چنانچہ اغاثۃ اللہفان میں فرماتے ہیں:

فقد صح بلا شك عن ابن مسعود وعلي وابن عباس

الالزام بالثلاث ان أوقعها جملة۔

(ص ۱۷۹)

— جاری ہے

مشبہ دوم (حدیث رکانہ رض)

دوسری حدیث جس سے مضلکہ فتوی میں استدلال کیا گیا ہے وہ حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ ہے جو کہ مسند احمد میں اسطرح منقول ہے:

حدثنا سعد بن ابراھیم قال انبأنا ابی عن محمد بن اسحاق قال حدثنی داؤد بن الحصین عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أنہ قال طلق رکانة بن عبد یزید زوجتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا فسألہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا؟ قال: طلقتہا ثلاثا فی مجلس واحد قال انما تلک واحدة فراجعہا ان شئت قال فراجعہا۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین بار ایک مجلس میں طلاق دے دی تو اس پر وہ بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا تم نے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے کہا ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو ایک طلاق ہوئی، اگر چاہو تو رجوع کر لو، راوی کہتے ہیں کہ صاحب واقعہ نے رجوع کر لیا۔

جواب:

سب سے پہلے تو یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بزمانہ صحابہ رض تین طلاقیں ایک ساتھ نہیں دی جاتی تھیں۔

مذکورہ حدیث کی تفصیل میں جائیں، اس کے رواة اور اس کے دوسرے طرق کو دیکھیں تو علماء محدثین کی آراء اور تحقیق کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ حدیث معلول (ضعیف) ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رح نے تلخیص میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا ہے "وھو معلول ایضا" اور حافظ ذہبی نے بھی اسکو داؤد بن الحصین کے مناکیر میں شمار کیا ہے۔ نیز مسند احمد کی مذکورہ حدیث میں اضطراب ہے۔ بعض روایات میں تعداد طلاق مذکور نہیں

— جاری ہے —

بلکہ صرف یہ لفظ ہیں "انی طلقتها" نہ ثلاثا کا لفظ ہے، نہ البتۃ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے طلاق دی ہے۔ محمد بن ثور الصنعانی کی روایت میں یہی لفظ ہے جن کی جلالت قدر اور ثقاہت سے کسی کو انکار نہیں ہے امام شافعی اور ابوداؤد، ترمذی کی روایت میں ثلاثا کا لفظ نہیں ہے بلکہ البتۃ کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح ابن ماجہ میں ہے۔

چنانچہ ترمذی میں ہے:

عن عبداللہ بن یزید بن رکانۃ عن ابیہ عن جدہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ انی طلقت امرأتی البتۃ فقال ما أردت بها قلت: واحدۃ. قال واللہ. قلت: واللہ. قال فهو ما أردت.

(ج ۱، ص ۲۲۲ باب فی الرجل طلق امرأتہ البتۃ۔ قدیمی)

سنن ابی داؤد میں ہے:

عن نافع ابن عجیر بن عبد یزید بن رکانۃ ان رکانۃ بن عبد یزید طلق امرأتہ سهیمۃ البتۃ فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذلک وقال واللہ ما أردت الا واحدۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما أردت الا واحدۃ فقال رکانۃ واللہ ما اردت الا واحدۃ، فردها الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطلقها الثانیۃ فی زمان عمر والثالثۃ فی زمان عثمان[۱۵]

(ج ۱، ص ۳۱۸، باب فی البتۃ ط رحمانیہ)

(وھکذا فی سنن ابن ماجہ ص ۱۴۹ باب طلاق البتۃ)

یعنی خود حضرت رکانہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو لفظ البتہ سے طلاق دی (جس میں ایک سے تین طلاقوں تک کی گنجائش ہے ایک طلاق کی نیت ہو تو

جاری ہے

ایک اور تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوتی ہیں) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی اور حضرت رکانہ نے کہا "خدا کی قسم میں نے لفظ "البتۃ" سے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "واللہ ما اردت الا واحدۃ" (اللہ کی قسم تم نے ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی؟) تو حضرت رکانہ نے کہا "واللہ ما اردت الا واحدۃ" تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم نے نیت کی ہے اسی کا اعتبار ہے۔

اگر ایک ہی طلاق واقع ہوتی تو قسم دیکر ایک طلاق کی نیت متعین کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے ایک کی نیت ہو یا تین کی، ایک ہی شمار ہوگی، سوال وجواب اور قسم لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر تین کی نیت ہوتی تو تین واقع ہو جاتیں۔ لہذا یہ بات قطعاً غلط ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے ایک واقع ہوتی ہے۔

نیز مسند احمد کی حدیث کے برعکس مذکورہ حدیث کی امام ابوداؤد، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور طنافسی نے تصحیح کی ہے۔ اور حافظ ابن حجر رح نے مسند احمد کی حدیث ذکر کرکے لکھا ہے "وقد روی ابوداؤد من وجہ آخر احسن منہ ان رکانۃ طلق امرأتہ سھیمۃ البتۃ" یعنی ابوداؤد نے مسند احمد کے طریق سے بہتر ایک دوسرے طریق سے روایت کیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو لفظ "البتہ" سے طلاق دی تھی۔ (بلوغ المرام)

چنانچہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

وحدیث نافع بن عجیر وعبد اللہ بن علی بن یزید
بن رکانۃ عن ابیہ عن جدہ ان رکانۃ طلق
امرأتہ البتۃ فردھا الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم.
اصح لانھم ولد الرجل واھلہ اعلم بہ الخ

(باب نسخ المراجعۃ... ۳۱۷/۱۲، ۳۱۸ مع حاشیہ)

امام نووی فرماتے ہیں:

وأما الروایۃ التی رواھا المخالفون ان رکانۃ

طلقها ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم

مجهولين وانما الصحيح منها ما قدمنا انه طلقها

البتة ولفظ البتة محتمل للواحد والثلاث ،

ولعل صاحب هذه الرواية الضعيفة اعتقد ان

لفظ البتة يقتضي الثلاث فرواه بالمعنى الذي

فهمه وغلط في ذلك ،

(باب طلاق الثلاث نووی شرح مسلم ج ۱/۴۷۸ ط قدیمی)

یعنی رہی وہ روایت جس کو مخالفین بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہؓ نے تین طلاقیں دی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ایک قرار دیا یہ روایت ضعیف ہے مجہول راویوں سے مروی ہے اور حضرت رکانہ کی طلاق کے سلسلے میں صحیح روایت وہی ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا کہ انہوں نے لفظ "البتة" سے طلاق دی تھی اور لفظ "البتة" ایک اور تین دونوں کا احتمال رکھتا ہے (نیت پر مدار ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک ہوتی ہے جیسے حضرت رکانہؓ نے ایک کی نیت کی تھی اور اس کو قسمیہ بیان کیا تھا اور اگر تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوتی ہیں) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس ضعیف روایت کے راوی نے یہ سمجھا ہو کہ لفظ "البتة" کا مقتضی تین طلاقیں ہیں تو یہ سمجھ کر روایت بالمعنی کر دی (کہ حضرت رکانہؓ نے تین طلاقیں دیں) مگر امام نووی فرماتے ہیں کہ راوی نے اس کے سمجھنے اور روایت بالمعنی کرنے میں غلطی کی۔

یہ ہے حدیث رکانہ کی حقیقت محدثین کی نظر میں۔ اب بھی اس حدیث کو پیش کرنا اور اس سے استدلال کرنا صحیح ہو سکتا ہے؟؟

شبہ سوم :

غیر مقلدین حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ کی تقلید کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے یک وقت تین طلاقیں دینا شروع کر دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور عقوبت (سزا) اور تعزیر تین طلاقوں

— جاری ہے —

کو تین شمار کرنے کا فیصلہ جاری کردیا اور مذکورہ فیصلہ محض سیاسی تھا حکم شرعی نہ تھا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ حکم نہ تو سزا کے طور پر تھا اور نہ سیاسی تھا بلکہ خالص مذہبی اور شرعی تھا اگر بالفرض کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو خود ان کا ارشاد خلیفہ راشد ہونے کی وجہ سے بمضمون حدیث "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین (الحدیث) سنت ہوتا۔

پھر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں یہ فیصلہ ہوا، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا، جس میں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہم سب حضرات کا اجماع ہوا اور کسی ایک صحابی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا بعد ازاں حضرات ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اجماع اس پر مستزاد ہے اور ظاہر قرآن اور احادیث صحیحہ اس کے علاوہ ہیں جو سب سے مقدم ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عباس کا علم دوسرے حضرات کو بھی تھا لیکن سب کو اس کے مخالف روایات جو تین طلاقیں تین شمار کرنے کی ہیں وہ سامنے تھیں (اور جن کے سامنے نہ تھیں اس مجلس میں ان کو معلوم ہوگئیں) ظاہر ہے کہ جب حدیث ابن عباس اور خود حضرت ابن عباس کے ہوتے ہوئے جمہور صحابہ کرام کا اجماع ہوا ہے کہ تین طلاقیں تین شمار ہونگی تو اب روایت ابن عباس کی حجیت باقی نہ رہی۔

بہرحال حضرت عمر کا فیصلہ شرعی تھا سیاسی اور تعزیری نہ تھا اسلئے کسی نے اعتراض نہیں کیا اور نیز وہ فیصلہ شرعی، مذہبی تھا، سیاسی نہ تھا کیونکہ سیاست حلت وحرمت میں تغیر پیدا نہیں کرتی۔

الاشفاق فی احکام الطلاق میں ہے:

وقد توهم ابن القيم ان يتمكن من تغطية
كلامه الفاسد بان يقول ان عمل عمر هذا كان
من قبيل التعزير المشروع له فكيف يتصور ان
يقدر اى شخص على إلغاء حكم شرعي تعزيرا

وأين هذا من التعزير المعروف في الشرع المعترف به عند الفقهاء الأمة وليس لذلك نظير واحد فيما أطال ابن القيم الكلام به. بل فتح هذا الباب فتح لباب إلغاء الشرع كله بمثل هذه التعليلات الواهية فلا ينطوي مثل هذا التعليل إلا على خبث نحو سيدنا عمر ونحو جمهور الصحابة الذين وافقوه ونحو الشرع الملغى فيه.

(للكوثري ۴۳، ط مجلة الاسلام)

یعنی ابن قیم کو خیال ہوا کہ وہ اپنے کلام فاسد پر یہ کہکر پردہ ڈال سکتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ عمل اس تعزیر کے قبیل سے تھا جو ان کیلئے مشروع تھی لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص تعزیر کے طور پر ایک حکم شرعی کے الغاء کا اقدام کرے؟ اور ایسی نام نہاد تعزیر کا کہاں وجود ہے جو شریعت میں معروف ہو اور جس کے فقہائے امت قائل ہوں؟ ابن قیمؒ تو اس مسئلہ پر طویل کلام کرنے کے باوجود اسکی ایک نظیر بھی پیش نہیں کر سکے۔ بلکہ اس دروازے کا کھولنا درحقیقت پوری شریعت کو اس قسم کے حیلوں، بہانوں سے معطل کر دینے کا دروازہ کھولنا ہے ..... پس اس قسم کی توجیہ درحقیقت ایک گندی تہمت ہے حضرت عمرؓ پر بھی، ان جمہور صحابہ پر بھی جنہوں نے حضرت عمرؓ کی اس مسئلہ میں موافقت کی اور خود

جاری ہے

شریعت مطہرہ پر بھی۔

هيئة كبار العلماء (سعودی عرب) کے فیصلہ میں ہے:

ما في حديث ابن عباس من الدلالة على ان عمر أمضى الثلاث عقوبة للناس لأنهم قد استعجلوا أمراً كان لهم فيه أناة وهذا مشكل، ووجه الاشكال: كيف يقرر عمر رضي الله عنه وهو تقي وصلاحا وعلما وفقها لمثل هذه العقوبة التي لا تقتصر آثارها على من استحقها وانما تتجاوزه الى طرف آخر ليس له نصيب في الاجرام ونعني بالطرف الآخر الزوجات حيث يترتب عليها احلال فرج حرام على طرف ثالث وتحريم فرج حلال لمقتضى عقد الزواج وحقوق الرجعة مما يدل على ان حديث طاؤس عن ابن عباس فيه نظر۔

(مندرجہ احسن الفتاوی ج ۵/ ۲۶۹ ط سعید)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بطور سزا تین طلاقوں کو تین قرار دینا محل اشکال ہے۔ اشکال کا باعث یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر، متقی، صالح، عالم اور فقیہ صحابی رض ایسی عقوبت وسزا کیسے جاری کر سکتے ہیں کہ جس سے اصل مجرم کے ساتھ ساتھ ایک بری الذمہ اور غیر مجرم شخص بھی متأثر ہوتا ہو جسطرح کہ ہمارے اس مسئلہ میں ایک ساتھ تین طلاق دینے والے شخص کیلئے عقوبت کی غرض سے تین ہی شمار کرنے سے مرد کے ساتھ ساتھ عورت بھی متأثر ہوگی حالانکہ عورت کا کوئی قصور اور جرم نہیں ہے عورت اسطرح متأثر

ہوگئی کہ تین طلاقوں کو نافذ کرنے کی وجہ سے وہ غیر مرد کیلئے

حلال ہو جائے گی اور موجود شوہر پر عقد نکاح اور

حق رجعت کے باوجود حرام ہو جائے گی۔

بلکہ اعلام الموقعین میں حافظ ابن القیم خود زیر نظر فیصلہ کو حکم شرعی تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلما رکب الناس الاحموقة الی ان قال: اجری اللہ علی

لسان الخلیفۃ الراشد و الصحابۃ معہم شرعا و قدرا

الزامهم بذلک وانفاذه علیهم ج ۳ / ۲۷

غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کا جواب:

مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی ابن قیمؒ کی طرح اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل شرعی نہ تھا بلکہ سیاسی تھا۔ ان کی تردید میں مشہور غیر مقلد عالم مولانا سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ تصور دلانا کہ انہوں نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدل ڈالا، بہت بڑی جرأت ہے۔ واللہ اس عبارت کو نقل کرتے وقت ہمارا دل دہل گیا اور حیرانی ہوگئی کہ ایک شخص جو خود مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھا وہ خلیفہ رسول کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ سنت کے بدلنے میں اسقدر جری تھا، استغفر اللہ، استغفر اللہ اس حکم کے سیاسی سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے اور پیچ در پیچ غلطیوں کے سلسلے میں پڑ گئے ہیں۔ .... جو گروہ اس حکم میں حضرت عمر کی موافقت کرتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ حضرت عمر کا یہ حکم محض سیاسی تھا اور نہ یہ کہتا ہے کہ وہ سیاسی حکم اب بھی بحال رہنا چاہیئے بلکہ وہ تو اسلئے مانتا ہے کہ اس کے نزدیک حضرت عمرؓ کا یہ حکم قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے۔

(اخبار اہلحدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ - عمدۃ الاثاث ۹۷، ۹۸)

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

وحکم عمر بامضاء الثلاث ووافقہ جمہور الصحابۃ فلیس

حکمہ مخالفا للشرع الثابت ولا ہو محمول علی مجرد السیاسۃ

جاری ہے

اذ لا یظن بأحد من الصحابۃ فضلا عن عمر انہ
یبدل حکما شرعیا سیاسۃ (۲۶ م ۱)
یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق یکبارگی کے وقوع
کا فیصلہ فرمایا اور جمہور صحابہ کرام رض نے ان کی موافقت کی اسلئے
حضرت عمر کا فیصلہ نہ تو شرعاً کسی ثابت شدہ حکم کے خلاف ہے
اور نہ محض سیاست پر محمول ہے کیونکہ کسی بھی صحابی رض کے بارے
میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے شرعی حکم کو سیاسۃً
تبدیل کر دیا ہے چہ جائیکہ حضرت عمر خلیفہ راشد رض کے بارے
میں یہ گمان کیا جائے

بہرحال حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کا فیصلہ اور اجماعی حکم، شرعی تھا، سیاسی نہ تھا
حضرت عمر رض کے زمانہ میں اجماع منعقد ہو جانے کے بعد حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن،
حضرت معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بلکہ تمام ادوار خلافت سے لیکر آج تک جمہور امت کا عمل اسی
پر آ رہا ہے اور فقہاء صحابہ و ائمہ مجتہدین اور جمہور امت نے اسے قبول کیا ہے مذاہب اربعہ
اور ائمہ حدیث نے اسکو شرعی فیصلہ کی رو سے نقل فرمایا ہے لہذا جو شخص یہ اعتقاد رکھتا
ہے کہ فیصلہ خالص سیاسی اور عارضی تھا تو اس کا یہ عقیدہ باطل اور لغو ہوگا۔

شبہ چہارم :
کیا حضرت عمر رض نے آخر میں رجوع فرما لیا تھا؟

اغاثۃ اللہفان میں ہے:

قال الحافظ ابوبکر الاسماعیلی فی مسند عمر اخبرنا ابو یعلی
حدثنا صالح ابن مالک حدثنا خالد بن یزید بن ابی مالک
عن ابیہ قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ما ندمت علی شیٔ
ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق وعلی ان
لا اکون انکحت الموالی وعلی ان لا اکون قتلت النوائح

— جاری ہے

ومن المعلوم أنہ رضی اللہ عنہ لم یکن مرادہ تحریم الطلاق
الرجعی الذی أباحہ اللہ تعالیٰ بالضرورۃ من دین رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوازہ ولا الطلاق المحرم الذی اجمع
المسلمون علی تحریمہ کالطلاق فی الحیض وفی الطہر
المجامع فیہ ولا الطلاق قبل الدخول الذی قال اللہ تعالیٰ
فیہ لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن الآیۃ
ھذا کلہ من ابین المحال ان یکون عمر ارادہ،
فتبین قطعاً أنہ اراد تحریم ایقاع الثلاث ۔

(ج ۱ / ۲۳۹، ۲۴۰ ط المکتبۃ التوفیقیہ مصر)

یعنی حافظ ابن القیم حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ماندمت علی
شیئ ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق الخ نیز فرماتے ہیں کہ اس میں
تحریم طلاق سے تو طلاق رجعی مراد ہے کیونکہ وہ تو شرعاً جائز ہے اور اس سے وہ طلاق بھی مراد
نہیں جو بحالت حیض یا اس طہر میں دی جائے جس میں مجامعت ہوئی ہو ... اور طلاق قبل
الدخول بھی نہیں کیونکہ اس کا جواز تو نص سے ثابت ہے لہذا قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اس سے
اکٹھی تین طلاقیں دینے کی تحریم مراد ہے

جواب

یہ دعوی بالکل افتراء اور جھوٹ ہے، کیونکہ اس روایت کی سند میں خالد بن یزید
بن ابی مالک راوی ہے اگرچہ بعض محدثین نے ان کی توثیق کی ہے لیکن جمہور محدثین اسکی
تضعیف کرتے ہیں چنانچہ امام یحیی فرماتے ہیں کہ "ولیس لیشئ" امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ
ثقہ نہیں اور امام ابوداؤد نے ایک روایت میں ان کو ضعیف اور دوسری روایت میں "منکر
الحدیث" فرمایا اور امام یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ اسی طرح محدث
ابن جارودؒ اور حافظ عقیلیؒ، امام ساجی رحؒ نے اسکو ضعیف کہا ہے۔

(محصل تہذیب التہذیب بحوالہ عمدۃ الاثاث)

— جاری ہے

یحییٰ بن معین نے کہا کہ خالد بن یزید اپنے باپ پر جھوٹ بولنے پر اکتفا نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے صحابہ کرام پر بھی جھوٹ باندھا ہے۔ اور اس کی کتاب "کتاب الدیات" اس لائق ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ (بحوالہ الاشفاق ص ۵۸)

جواب دوم:

غیر مقلدین کا مذکورہ روایت کو استدلال میں پیش کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں اس امر کا تذکرہ قطعاً موجود نہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاق کے وقوع کے بارے میں حضرت کی رائے آخری عمر میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اور آپ اس پر پشیمان تھے اس قسم کا کوئی مفہوم روایت بالا سے نہیں نکلتا۔ حضرت عمر کی دلی خواہش تھی کہ لوگ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے کے ناجائز اور خلاف مشروع فعل سے باز رہیں مگر آپ نے جب آخری عمر میں محسوس فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے کے واقعات میں اتنی کمی نہیں ہوئی جتنی ہونی چاہیئے تھی، آپ نے فرمایا کہ اس غیر مشروع کو میں نے حرام اور قابل مؤاخذہ قرار دیا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا اور نیز اسے جرم تصور کرتے ہوئے اس پر کوئی تعزیر مقرر کر دی ہوتی ایسا نہ کرنے پر مجھے ندامت وافسوس ہے کیونکہ اسے جرم قرار دینے کی صورت میں ایسے واقعات کے انسداد اور کمی کی زیادہ توقع تھی۔

جیسا کہ ابن قیم رحمہ نے ایک سوال وجواب میں اسکی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے:

فان قیل کان اسھل من ذلك ان یمنع الناس من ایقاع الثلاث ویحرمہ علیھم ویعاقب بالضرب والتادیب من فعل لئلا یقع المحذور الذی یترتب علیہ قیل نعم لعمر اللہ کان یمکنہ ذلك ولذلك ندم علیہ فی اٰخر اٰیامہ وود انہ کان فعلہ۔

(اغاثۃ اللھفان)

پس جب روایت بالا کا مطلب صرف یہ ہوا کہ آپ رض کو آخر عمر میں فعل مذکور کے جرم نہ قرار دینے پر ندامت تھی تو اس سے یہ کیسے سمجھا گیا کہ آپ کو اپنی سابقہ رائے میں تردد ہو گیا تھا تو محض روایت بالا کی بناء پر وقوع طلاق ثلٰثہ مذکورہ کے بارے میں حضرت عمر رض کا رجوع ثابت کرنا قطعاً غلط ہے جبکہ آپ رض سے وقوع کا قول یقینی طرق سے منقول

ہو ثابت ہے اور صحابہ نے آپ کے ساتھ اس مسئلہ میں موافقت فرمائی ہے (اغاثة عن مسلم) ان میں سے بعض اکابر صحابہ رضؓ کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس حضرت ابن زبیر، حضرت عمران بن حصین رضؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین تو جب وقوع طلاق ثلثہ مذکورہ اس طرح قطعی طریق سے ثابت ہے تو ایک روایت کو جس کا ثبوت بھی محل نظر ہے غلط معنی پہنا کر رجوع ثابت کرنا محض سینہ زوری ہے۔ (خیر الفتاوی ص ۳۰۸ ج ۵)

اور لطف یہ کہ مذکورہ روایت بھی بڑی مجمل ہے جس میں ایک طلاق یا تین طلاق کا کوئی ذکر نہیں مگر حافظ ابن قیم رحؒ کے نزدیک یہ مراد قطعی ہے۔ فوا أسفاً۔ یہ یاد رہے کہ طلاق کی سینکڑوں صورتیں ہو سکتی ہیں جن کا جواز یا عدم جواز سے تعلق ہو سکتا ہے پھر کیا ضروری ہے کہ یہی مجمل صورت متعین ہو۔

الغرض صورت مسئولہ میں تین طلاقیں شرعاً واقع ہو چکی ہیں۔ بیوی شوہر پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو گئی ہے، گمراہ لوگوں سے فتوی لیکر حرام کو حلال بنانے کی کوشش کرنا بدترین گناہ ہے۔

لہٰذا دونوں کیلئے علیحدہ رہنا ضروری ہے۔ بصورت دیگر اگر ساتھ رہے تو حرام کے اندر مبتلا ہونگے۔ فقط واللہ أعلم

اللہ تعالی ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشیں اور ہر قسم کی گمراہیوں اور فتنوں سے اپنی پناہ میں رکھیں، آمین۔

کتبہ

محمد عمران مقبول

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

بجامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ

بنوری ٹاؤن کراچی

۱۸/۱/۱۴۳۷ھ

۱/۱۱/۲۰۱۵ء

الجواب صحیح

محمد شفیق عارف

۱۸/۱/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

ڈاکٹر سعید الرحمن